دور کے اعمال ہی میں تیار ہو گیا تھا اسلئے بنیادی طور پر اولیت واقعہ ہجرۃ کو حاصل ہے جیسا کہ ایک بیج کے اندر آفتاب کی حرارت قبول کرنیکی صلاحیت اور آبیاری سے متمتع ہونے کی استعداد اور زمین سے غذا حاصل کرنے کی قوت موجود ہوتی ہے تو برگ و بار کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح ہجرۃ اور اس کے اعمال و وقائع میں داخلی استعداد کی تکمیل بدرجہ اتم ہو چکی تھی اس لئے بطور برگ و بار کے جنگ بدر فتح مکہ وغیرہ کا ظہور ہوا۔ اگر مدینہ کی معنوی فتح نہ ہوتی تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھل سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرہ کو اس اسلوب سے بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے سروسامانی و غربت کے اس عمل ہی میں فتح و نصرت الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی ارشاد باری ہے۔ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم (۹: ۴) یہ آیت سورہ برائت کی ہے سورہ برائت بالاتفاق اسوقت نازل ہوئی جبکہ اسلام کی ظاہری فتحمندیاں تکمیل کو پہنچ چکی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتحمندیوں کے ظہور کے بعد بھی اس کی ضرورت باقی تھی کہ واقعہ ہجرۃ کی معنوی فتحمندی یاد دلائی جائے اسی حقیقت کی بنا پر صحابہ نے قومی سنہ کا مبدا واقعہ ہجرۃ کو قرار دیا تاکہ نہ صرف آغاز سال پر ماہ محرم ہی میں اسکی یاد تازہ ہوا کرے بلکہ جب بھی یہ سنہ نظر سے گذرے تو اس معنوی فتحمندی کی یاددہانی ہوتی رہا کرے۔

موجودہ مغرب میں اسلام کا اثر

مترجمہ ——— عبدالحلیم ناظم "مدیر محدث"

جرمن کے دارالحکومت برلن میں اکثر لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور بہت سی ایسی کتابیں شائع ہو رہی ہیں جن میں اسلام اور متعلقات اسلام سے نہایت محققانہ اور علمی بحثیں ہیں۔ یونیورسٹیوں میں مختلف زبانوں کے ماتحت متعدد اسباق اسلام سے متعلق بھی دیئے جاتے ہیں۔ جو لوگ اسلام کے متعلق لکچر دیتے ہیں ان میں ممتاز و مشہور اصحاب کی صف میں مسٹر بیکیو BeKe وزیر معارف جرمنی اور پروفیسر کومیفمار رمی ہیں۔ پروفیسر کومیفمائر "جمعیۃ الالمانیہ لمعارف الاسلامیہ" کے صدر ہیں انہوں نے مسلمانوں کے حالات مذہبی معلوم کرنے کیلئے مصر کا بھی گذشتہ سال سفر کیا تھا۔

پروفیسر میتفوخ ایسٹرن لنگویج یونیورسٹی میں قرآن حکیم کی تفسیر پڑھاتے ہیں۔

ہم یہاں ایک جرمنی عالم و فلسفی مشہور مستشرق ڈاکٹر چومبس Chombes کی ایک تقریر کے چند جملے درج کرتے ہیں جو انہوں نے جمعیۃ اسلامیہ کی کسی مجلس میں کی تھی۔ "بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن حضرت محمد کا کلام ہے

حالانکہ یہ صریح غلطی ہے کیونکہ قرآن تو خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کے رسول محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان پر نازل ہوا ہے۔ حضرت محمدؐ ایک ایسے زمانہ میں تھے جس وقت تہذیب و تمدن اور علمی ترقی اس حد تک نہیں تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے کلام تصنیف کر سکیں جس میں بڑے بڑے حکماء، فلاسفر کی عقلیں حیران و متحیر ہیں، اور وہ کلام لوگوں کو تاریکی سے روشنی کیطرف راہ دکھاتا ہے۔ آپ تعجب نہ کریں باوجود میں ایک یورپین ہونے کے اس حقیقت کا صاف اقرار کرتا ہوں۔ کیونکہ قرآن کو میں نے اچھی طرح پڑھا ہے اور میں نے اس میں ایسے ایسے بلند معانی مضبوط و استوار نظام اور فصاحت و بلاغت پائی ہے کہ اپنی زندگی میں ایسی کتاب کبھی نہیں دیکھی۔ اس لاثانی کتاب کا ایک جملہ بڑی بڑی ضخیم تصنیفوں سے مستغنی کر دیتا ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے جسکو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پروردگار کی طرف سے لائے۔"

ڈاکٹر ہومر نے رسول اللہ صلعم کی حیات طیبہ بیان کرتے ہوئے کہا "جب انسان اس مبارک شخص کی پاکیزہ زندگی پر غور و خوض کرتا ہے تو اس عظیم الشان ہستی میں ایک بلند روحانیت پاتا ہے اور ہر وہ شخص جو اس مقدس رسول کے شاندار اخلاق حسنہ کا مطالعہ کرتا ہے تو بلاشبہ وہ ان سے پرخلوص محبت کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ صدق و استقامت، وعدوں کا پورا کرنا، غریبوں اور کمزوروں کی مدد کرنا۔ اور اس قبیل کے بے شمار ایسے صفات تھے جو اس مبارک رسول کے زیور تھے۔ جس تعلیم کو انہوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ بالکل فطرت اور عقل سلیم کے مطابق تھی"۔ ڈاکٹر ہومر وہ شخص ہے جس نے اسلام کے متعلق ایک بہترین کتاب بھی لکھی ہے اور اس میں ان تمام متعصب مخالفین اسلام کے شبہوں کا جواب دیا ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی طرف انصاف کی نظر سے نہیں دیکھتے اور جو لوگ اندھے تعصب میں مبتلا ہو کر حرص و ہوا کے غلام ہیں اور اسی وجہ سے رسول اللہ کی شان میں ایسی باتیں بولتے ہیں جو قطعی ان کے لائق نہیں اور مشہور لوگوں میں سے جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں جرمنی افواج کے نائب ہارون الرشید ہیں اور دو صاحب اور ہیں جو انشا پردازوں میں سے ہیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسلمان ہوئے ہیں ان میں ایک محمد اسد اللہ جرمنی ہیں۔ جو ریاض میں تقریباً ایک سال تک مقیم رہے ہیں اور بالکل عربی لباس و ہیئت میں حجاز و نجد کا سفر کیا ہے اور سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ کے ساتھ بھی کچھ دنوں ان کی صحبت میں رہے ہیں ان کے ساتھ ان کے چھوٹے صاحبزادے بھی اس عربی لباس میں تھے۔ اسد اللہ صاحب نے گفتگو میں عربی لہجہ اس طرح سیکھ لیا تھا کہ بالکل نجدیوں کی طرح بولتے تھے۔ ان کو نجدیوں کے ساتھ بڑی دلچسپی ہو گئی تھی اور ان کے اکثر امور انہیں بے حد پسند آئے تھے۔ چنانچہ ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"میں نے نجد والوں سے زیادہ اپنے مذہب کی ترقی اور عبادتوں کی کثرت پر حریص کسی کو نہیں پایا ان میں علم و ہنر سیکھنے کی نہایت سخت خواہش پیدا ہو رہی ہے۔ یہ لوگ اپنے علم و مذہب سے اپنے اندر بہترین اخلاق

جمع کر دیتے ہیں جو اس بات کو نمایاں طور پر بتلا رہے ہیں کہ اسلام کے صاف اور مقدس اصول نے ان کو ایسے درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ یہ لوگ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے قبل ایسے نہیں تھے کیونکہ اس وقت ان میں بہت زیادہ وحشت اور فسق و فساد جاگزیں تھے لہذا ان میں اس زبوں حالی سے اس ترقی کا انقلاب رونما ہونا صرف اس سبب سے ہے کہ شیخ الاسلام کی تعلیم نے ان میں حسن اخلاق، علم و حلم کی محبت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے خدا کے راستہ میں مٹ جانیکا جذبہ بھر دیا ہے"۔

الغرض اسداللہ صاحب نے اس مقدس اور صحیح دین اسلام میں تہذیب اخلاق اور تربیت نفوس کے لیے بہترین اصول دیکھے کہ اسلام سے انہیں پختہ محبت ہوگئی۔ پھر بلاد عرب کی سیاحت نے ان کے دل میں عرب کی نہ مٹنے والی محبت پیدا کر دی۔ کیونکہ انہوں نے عرب میں بہترین آزادی پائی اسے استعمار و استبداد سے اس طرح خالی دیکھا کہ ان کے ملک جرمنی میں بھی اسقدر نہ تھی۔ استاذ اسداللہ ایک زبردست انشا پرداز ہیں جرمن کے متعدد اخبارات میں مضمون نگاری کرتے ہیں ان کا ہر مضمون اسلام کی خوبیوں اور فضائل سے لبریز ہوتا ہے وہ ان مسلمانوں پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہیں جو مسلمان ہو کر بھی اس مقدس دین کے پاکیزہ طریقوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور اسے پس پشت ڈالدیتے ہیں وہ اکثر مضامین میں لکھتے ہیں کہ

"اگر مسلمان موجودہ وقت میں اپنے صحیح اور مقدس دین کو جلالۃ الملک سلطان ابن سعود اور ان کی جماعت کی طرح خوب مضبوطی سے تھام لیتے اور اپنا تمام قانون و معمول صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو سلطان کی طرح بنالیتے تو یقیناً ان کی اس حالت زار میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہو جاتا اور بلاشبہ اللہ تعالے انہیں اس ذلت و خواری سے نکالکر خوشگوار آزادی اور استقلال صحیح عطا فرماتا۔ وہ دین اسلام کے فرحت افزا سایہ میں پاکیزہ اور خوش نصیب زندگی سے نفع اٹھاتے۔ جسطرح کہ آج اہل نجد اور ہر وہ شخص جو سلطان ابن سعود کے علم انصاف کے سائے میں ہے چین و آرام کی زندگی گذار رہے ہیں کیونکہ ان کے اعمال کا مرکز اور دارومدار صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے اور ان کے سوا ہے بھی کیا چیز؟"

استاذ اسداللہ نے بلاد عرب کی سیاحت کے بعد اکثر ممالک اسلامیہ کا سفر کیا ہے اور مسلمانوں کی عمومی حالتیں معلوم کی ہیں۔ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں "آج اکثر مسلمانوں کے دلوں میں اسلام ہے لیکن ناقص وہ اپنی دوا صرف یہی سمجھتے ہیں کہ یورپ کی تقلید کریں یہی سبب ہے کہ ان کا ایمان کمزور ہو گیا ہے۔ بلاشبہ اگر مسلمانان عالم اسی طریق پر چلتے رہے تو سخت روحانی پستی میں مبتلا ہو جائینگے جس طرح آج یورپ کی حالت ہے پس ممالک اسلامیہ کی نجات صرف باطن ہی کی اصلاح سے ہو سکتی۔ لہذا مسلمان جب اسلام کو حق سمجھتے ہیں اور یقیناً وہ حق ہے تو ان کو مسلمانوں کی اجتماعی مضبوطی کیلئے جدید قوتیں حاصل کرنی چاہئیں۔ اس طرح وہ کسی دن تمام مسلمانوں میں ایک ایسی منظم اخوت پاسکتے ہیں جس میں مختلف قبیلوں اور ملکوں کا کوئی فرق باقی نہیں رہ سکتا"۔

میں نے سطور بالا میں دو شخصوں کے اسلام کا تذکرہ کیا ہے جنمیں ایک تو یہی استاذ اسداللہ تھے جن کی مفصل کیفیت